فون ۴۹۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انّ الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

رجسٹرڈ نمبر ۵۲۵۳

روزنامہ الفضل ربوہ

یوم ہفتہ

ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی

The Daily
ALFAZL
RABWAH

قیمت ۲۵ پیسے

جلد ۶۳/۲۸ ۔ ۲۶ شعبان ۱۳۹۴ھ ۔ ۱۴ تبوک ۱۳۵۳ہش ۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۷۴ء ۔ نمبر ۲۱۱

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۱۴ تبوک۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ:-

طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ

احباب جماعت حضور ایدہ اللہ کی صحت و عافیت کے لئے خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں۔

ربوہ ۱۴ تبوک۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کل ۱۳ تبوک کو مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ پڑھائی۔ خطبہ جمعہ میں حضور ایدہ اللہ نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں مذہب کے متعلق پاس ہونے والی قرارداد کے ضمن میں بتایا کہ حضور فی الوقت بحیثیت خلیفۃ المسیح الثالث اس قرارداد پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اس پر ابھی بہت غور کرنا اور مشورہ لینا ضروری ہے اس لئے اس پر باقاعدہ تبصرے کی نوبت مزید کچھ وقت گذرنے کے بعد آئے گی البتہ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ اس بارہ میں احمدیوں کا ردِ عمل کیا ہونا چاہیئے سو یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ ایک احمدی کا ردِ عمل ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ جس میں ظلم کا شائبہ ہو یا جس سے فساد کی بُو آئے کیونکہ احمدیوں کو قرآن مجید کی تعلیم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ عطا ہونیوالی قرآنی بصیرت کی رُو سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی جو کامل معرفت حاصل ہے اُس کے زیرِ اثر ایک احمدی کبھی اور کسی حال میں بھی خفیف سے خفیف ظلم یا فساد کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔

خطبہ کے آغاز میں حضور نے فرمایا ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مذہب کے متعلق ایک قرارداد منظور کی ہے اس پر جماعت کے دوست مجھ سے دو سوال دریافت کرتے ہیں اوّل یہ کہ قرارداد پر میرا بحیثیت خلیفۃ المسیح الثالث کیا تبصرہ ہے؟ دوسرے یہ کہ قرارداد پاس ہونے کے بعد احمدیوں نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے ارشاد کے بموجب احمدیہ فرقے کے مسلمانوں کا ردِ عمل کیا ہونا چاہیئے؟

حضور نے فرمایا جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قرارداد کے بارہ میں اس وقت میرا کوئی تبصرہ نہیں ہے۔ اس بارہ میں ابھی بڑے غور اور تدبر کی نیز مشورہ کی ضرورت ہے جب غور اور مشورہ مکمل ہو جائے گا پھر میں جماعت کو بتاؤں گا کہ جو پاس ہوا ہے وہ کتنے پہلو لئے ہوئے ہے اور اس کا مطلب کیا ہے۔ اسلئے احباب ابھی چند روز اور انتظار کریں اور حقیقت کو منکشف (UNFOLD) ہونے دیں اس کے بعد تبصرہ ممکن ہو سکے گا۔

جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے

(باقی صفحہ ۶ پر)

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نام اور صفات و کمالات اپنے اندر جمع رکھتے ہیں

آپؐ ہی کا وجودِ پاک جامع کمالاتِ متفرقہ ہے اور آپؐ ہی کی ذات مجموعۂ انبیاء ہے

"ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالاتِ متفرقہ ہے پس وہ موسیٰؑ بھی ہے اور عیسیٰؑ بھی اور آدمؑ بھی اور ابراہیمؑ بھی اور یوسفؑ بھی اور یعقوبؑ بھی۔ اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اشارہ فرماتا ہے فبھداھم اقتدہ یعنی اے رسول تُو ان تمام ہدایاتِ متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کرلے جو ہر ایک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت محمدؐ کا نام صلے اللہ علیہ وسلم اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ محمدؐ کے یہ معنے ہیں کہ بغایت تعریف کیا گیا۔ اور غایت درجہ کی تعریف تبھی متصوّر ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالاتِ متفرقہ اور صفاتِ خاصہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں جن کا اس وقت لکھنا موجب طوالت ہے اسی پر دلالت کرتی بلکہ بصراحت بتلاتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعۂ انبیاء تھی اور ہر ایک نبی نے اپنے وجود کے ساتھ مناسبت پاکر یہی خیال کیا کہ میرے نام پر وہ آنے والا ہے۔ اور قرآن کریم ایک جگہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ ابراہیمؑ سے مناسبت رکھنے والا یہ نبی ہے۔ اور بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری مسیح سے بشدّت مناسبت ہے اور اُس کے وجود سے میرا وجود ملا ہوا ہے پس اس حدیث میں حضرت مسیح کے اس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئے گا سو ایسا ہی ہوا کہ ہمارا مسیح صلے اللہ علیہ وسلم جب آیا تو اُس نے مسیح ناصری کے ناتمام کاموں کو پورا کیا اور اس کی صداقت کے لئے گواہی دی اور اُن تہمتوں سے اُس کو بری قرار دیا جو یہود اور نصاریٰ نے اس پر لگائی تھیں اور مسیح کی رُوح کو خوشی پہنچائی۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۴۳)

پبلشر: مسعود احمد۔ پرنٹر: سید عبدالحی۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقامِ اشاعت: دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ ربوہ
الفضل
مورخہ ۱۴ر تبوک ۱۳۵۳ھ

نافرمانیوں اور سیاہ کاریوں کی اصل جڑ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سابقہ نافرمان قوموں کے حالات اس لئے بیان کئے ہیں کہ لوگ ان کے کرتوتوں سے بچیں اور ان کے انجام سے عبرت پکڑیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے اور اُس کی رضاء کی راہوں پر چلنے کے لئے ضروری ہے کہ ان قوموں کے جو حالات قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں ان کا بنظر غائر مطالعہ کرکے ان کی نافرمانیوں پر غور کیا جائے اور پھر ان نافرمانیوں کی وجہ سے ان کا جو عبرتناک انجام ہوا اس سے بھی پورے طور پر آگاہ ہوا جائے۔ اس تفصیلی مطالعہ اور تحقیق و تدقیق کے بغیر انسان اُن برائیوں اور نافرمانیوں سے نہیں بچ سکتا جو سابقہ نافرمان قوموں کی تباہی پر منتج ہوئیں۔

سابقہ نافرمان قومیں جن بُرائیوں میں ملوّث تھیں اور جو بالآخر اُن کی تباہی کا موجب بنیں ان کی تفصیل تو بہت لمبی ہے تاہم ایک بُرائی جو تمام بُرائیوں کی جڑ ہے اور جو نافرمان قوموں میں سے ہر قوم میں پائی جاتی تھی یہ ہے کہ ان کے قول اور فعل میں مطابقت نہیں پائی جاتی تھی۔ زبانوں پر تو ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کا ہی تذکرہ ہوتا تھا لیکن عمل اس کے بالکل اُلٹ ہوتا تھا۔ کہنے کو تو وہ یہی کہتے کہ وہ حق پر ہونے کے باعث خدا تعالیٰ کے پسندیدہ و برگزیدہ بندے ہیں لیکن خود اعمال وہ بجالاتے جو خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والے ہوتے اور اپنی اس بدعملی اور بدکرداری کے باوجود سمجھتے یہی تھے کہ ان کے بزعم خود حق پر ہونے کے باعث خدا تعالیٰ ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا بلکہ اولاد اور اموال میں اُنہیں بڑھاتا ہی چلا جائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ (البقرہ آیت ۴۵)

یعنی کیا تم لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور اپنے تئیں بھول جاتے ہو؟ اور تم یہ سب کچھ اللہ کی کتاب پڑھنے کے باوجود کرتے ہو۔ تم کیوں نہیں سوچتے سمجھتے؟

اس آیۂ کریمہ سے صاف عیاں ہے کہ اہلِ کتاب میں بنیادی خرابی یہ در آئی تھی کہ ان کی زبانوں پر تو ایمان نیکی اور تقویٰ و طہارت کا وعظ ہوتا تھا لیکن خود اپنا عمل اس کے برخلاف ہوتا تھا۔ تورات کو انہوں نے ترک نہیں کیا تھا اسے باقاعدگی سے پڑھتے تھے اور خدا اور دین کا تذکرہ بھی ان کے درمیان جاری رہتا تھا لیکن اس پر عمل سرے سے مفقود تھا۔ اس کی وہ چنداں ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود دعویٰ یہ تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی اللہ تسلیم کرنے اور ان کی اُمّت ہونے کی وجہ سے خدا کے پسندیدہ اور برگزیدہ ہیں، اس لئے ہر نافرمانی اور ہر ظلم و زیادتی کے باوجود وہ انہیں معاف کردے گا اور عذاب میں مبتلا ہونے سے بچالے گا۔ انہیں جو خوشحالی اور فارغ البالی میسر تھی اسے وہ اس بات کی علامت سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ ان کی بے عملی اور بدکرداری کے باوجود ان سے خوش ہے اور انہیں اپنے انعاموں سے نواز رہا ہے حالانکہ وہ یہ امر فراموش کر بیٹھے تھے کہ خدا تعالیٰ ایسی نافرمان قوموں کو جن کی اصلاح ممکن نہ رہے خوشحالی کے فتنہ میں اس لئے مبتلا کردیا کرتا ہے کہ وہ اور زیادہ گناہوں میں ملوّث ہوں اور بالآخر اچانک پکڑے جاکر اپنے کئے کی سزا پائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی اسی سُنّت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (آلِ عمران آیت ۱۷۹)

ترجمہ:۔ اور جو لوگ منکرِ حق ہیں وہ ہرگز یہ نہ سمجھ لیں کہ ہمارا انہیں ڈھیل دینا ان کی ذات کے لئے بہتر ہے۔ ہم جو انہیں ڈھیل دیتے ہیں تو اس کا نتیجہ صرف اُن کا گناہوں میں بڑھ جانا ہوگا۔

چنانچہ اپنی کھلی کھلی نافرمانیوں اور گناہوں میں ملوّث ہونے کے باوجود اہلِ کتاب کی خوشحالی اُنہیں گناہوں میں اور زیادہ بیباک بنانے کا موجب بنی حتّٰی کہ انہوں نے گناہوں پر اترانا شروع کردیا اور انہوں نے اپنی ہزار بےعملی کے باوجود محض زبانی ایمان کی وجہ سے اُن نیک اعمال کا کریڈٹ بھی لینا شروع کردیا جو وہ بجا نہیں لاتے تھے اور یہ چاہا کہ وہ ایسے اعلیٰ درجہ کی نیکیوں پر محض زبانی ایمان کی وجہ سے ہی قابلِ تعریف گردانے جائیں۔ چنانچہ وہ قرآن مجید کی اس آیۂ کریمہ کے پورے پورے مصداق بن گئے کہ:۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (آلِ عمران آیت ۱۸۹)

ترجمہ:۔ تو اُن لوگوں کے بارے میں جو اپنے کئے پر اتراتے ہیں اور جو (نیک کام) انہوں نے نہیں کئے ان کی بابت بھی چاہتے ہیں کہ (ان نیک کاموں پر محض زبانی ایمان کی وجہ سے ہی) ان کی تعریف کی جائے بالکل نہ سمجھ کہ وہ عذاب سے محفوظ ہیں (وہ پکڑے جائیں گے) اور ان کے لئے دردناک عذاب مقدر ہے۔

اپنی اس انتہائی قابلِ اعتراض حالت کی وجہ سے ہی یہود کو حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کی توفیق نہ ملی اور وہ ان کے درپے آزار ہوکر اور زیادہ مستحق عذاب بنتے چلے گئے۔ چنانچہ اُن کی اس حالت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ (آلِ عمران آیت ۱۱۳)

ترجمہ:۔ اُن پر ذلّت نازل کی گئی ہے سوائے اس کے کہ وہ اللہ کے کسی عہد کی یا لوگوں کے کسی عہد کی پناہ میں آجائیں (وہ اس ذلّت سے بچ نہیں سکتے) اور وہ اللہ کے غضب کا مورد بن گئے ہیں اور بےبسی (کی حالت) ان کے ساتھ لازم کردی گئی ہے۔ یہ اس سبب سے (کیا گیا) ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اور بلاوجہ نبیوں کو قتل کرنا چاہتے تھے اور اس کا سبب وہ نافرمانی ہے جو انہوں نے کی اور وہ حد سے تجاوز کرنا ہی جو اُن کا وطیرہ بن چکا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک عذاب کے بعد دوسرے عذاب کے مورد بنتے چلے گئے اور ان کی حالت یہ ہوگئی کہ:۔

فَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰي غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (البقرہ آیت ۹۱)

ترجمہ:۔ پس یہ لوگ غضب کے بعد غضب کا مورد ہوگئے اور ایسے ہی کافروں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب مقدّر ہے۔

الغرض سب سے زیادہ خطرناک بُرائی جو تمام برائیوں کی جڑ اور اصلاحِ احوال کے امکانات کو معدوم کرنے والی ہے یہی ہے کہ قول اور فعل باہم مطابق نہ رہیں۔ زبان پر تو ایمان اور اعمالِ صالحہ کا تذکرہ ہو لیکن عمل ایسا ہو کہ جس سے نہ ایمان کی تصدیق ہوتی ہو اور نہ حقیقی نیکی اور تقویٰ کا کوئی شائبہ اس میں پایا جاتا ہو۔ یہی وہ خرابی تھی جو ماضی میں نافرمان قوموں کی تباہی کا موجب بنی اور علی الخصوص یہودِ نامسعود کو لے ڈوبی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور باقی مسلمانوں کو اس بنیادی خرابی کی تباہ کاریوں سے پورے طور پر آگاہ ہوکر اس سے بہر طور بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن کریم کا اعجاز

مکرم انیس الرحمٰن صاحب شاہد مربی سلسلہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایک کامل اور مکمل شریعت کی صورت میں ہمارے پیارے آقا سید الانبیاء فخر موجودات سرور کائنات حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اس کلام الٰہی کو کسی طبقہ کسی قوم اور کسی ملک کے لئے مخصوص نہیں قرار دیا بلکہ سب طبقات ہر معاشرہ ہر قوم اور ہر ملک کیلئے اسی کے برکات و فیوض قیامت تک جاری و ساری ہیں۔ اور اس کے افضال و انوار سب اقوام عالم پر حاوی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

ایک اور مقام پر فرمایا:-

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

ان ہر دو آیات کریمہ میں حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود کو تمام اقوام کے لئے باعث رحمت قرار دیا ہے II قرآن کریم ایک کامل ابدی اور زندہ معجزہ ہے۔ اس نے نہ صرف کمالِ تام کا دعوےٰ ہی کیا ہے۔ بلکہ اسے بپایۂ صداقت پہنچایا ہے اور جو کتاب اپنے اندر کاملیت کا دعوےٰ کرتی اور اس کے ثبوت میں دلائل پیش کرتی ہو اس کی صداقت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ معجزہ کی تعریف مختلف زمانوں میں مختلف لوگوں نے مختلف کی ہے۔ متکلمین کے نزدیک معجزہ وہ امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کے دعوےٰ کی صداقت کیلئے دنیا میں ظاہر کرتا ہے۔

اشاعرہ کے نزدیک معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ خدا کا فعل ہو۔ خارق عادت ہو اور اس کا معارضہ ناممکن ہو اور مدعی نبوت سے ظاہر ہو۔ المنجد جو لغت کی مشہور کتاب ہے اس میں معجزہ کی تعریف یہ کی گئی ہے۔

المعجزۃ امر خارق للعادۃ [illegible] عادۃ لا یستطیع۔ معجز [illegible] ای لم یقدر علیہ

یعنی معجزہ ایسا امر ہے جو خارق عادت ہو جو ظاہر ہو اور کوئی اس کا مثیل و نظیر لانے سے قاصر ہو۔ اس زمانہ کے امام و مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معجزہ کی تعریف اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں یوں بیان فرمائی ہے

"معجزہ ایسے امر خارق عادت کو کہتے ہیں کہ فریق مخالف اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز آجائے خواہ وہ امر بظاہر نظر انسانی طاقتوں کے اندر ہی معلوم ہو جیسا کہ قرآن شریف کا معجزہ ملک عرب کے تمام باشندوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا اگرچہ بنظر سرسری انسانی طاقتوں کے اندر معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی نظیر پیش کرنے سے عرب کے تمام باشندے عاجز آ گئے پس معجزہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے قرآن شریف نہایت روشن مثال ہے"

پس معجزہ سے مراد ایسا امر خارق مراد ہے جو خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ اور راستباز نبیوں اور اولیاء کی صداقت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے اور دشمن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے معجزات کا ظہور نبیوں کی صداقت کی دلیل ہے جس مذہب میں معجزات کا وجود نہیں وہ مذہب زندہ نہیں کہلا سکتا حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"جس مذہب میں زندہ معجزات نہیں وہ دین قائم رہ ہی نہیں سکتا" (ملفوظات جلد دہم)

قرآن کریم اپنے معجزہ ہونے کا ببانگ دہل اعلان کرتا ہے اور کہتا ہے:-

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔ (بقرہ ۲۴)

اور اگر اس کلام کے سبب سے جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تم کسی قسم کے شک میں مبتلا ہو گئے ہو تو اگر تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورۃ بنا لاؤ اور اپنے خدا کے سوا مددگاروں کو بھی اپنی مدد کے لئے بلا لو

ایک اور مقام پر فرمایا:-

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا (بنی اسرائیل آیت ۸۹)

تو کہہ دے کہ اگر تمام انسان بھی اور جن بھی اس کی نظیر لانے کے لئے جمع ہو جائیں تو پھر بھی وہ اس کی نظیر نہیں لا سکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن شریف کے تحدی کے بارہ میں فرماتے ہیں:-

"قرآن شریف جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کامل معجزہ ہے دوسری کتابوں کی نسبت ہم نہیں دیکھتے کہ ایسی تحدی کی گئی ہو جیسی قرآن شریف نے کی ہے اگرچہ ہم اپنے تجربہ اور قرآن شریف کے معجزہ کی بناء پر یہ ایمان لاتے ہیں کہ خدا کا کلام ہر حال میں معجزہ ہوتا ہے لیکن قرآن شریف کا اعجاز جس کاملیت اور جامعیت کے ساتھ معجزہ ہے دوسرے کو ہم اس جگہ پر نہیں دکھا سکتے کیونکہ بہت سی وجوہ اور صورتیں اس کے معجزہ ہونے کی ہیں اور کوئی شخص اس کی مثال بنانے پر قادر نہیں"۔

(الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء)

قرآن کریم کا اعجاز علمی اور عملی فصاحت و بلاغت باعتبار کمالات و ثمرات اور باعتبار تعلیم ہر وقت اور زمانہ کے لئے اور قیامت تک ممتد ہے اور اس کا معجزہ دائمی ہے اور کبھی اور کسی زمانہ میں پرانا نہیں ہو سکتا۔ پہلے انبیاء کے معجزات معدوم ہو گئے مگر قرآن کا معجزہ قیامت تک کے لئے جاری و ساری ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یہ قرآن کریم ابدی معجزہ اور زندہ نشان ہے جو ہر وقت دکھایا جا سکتا ہے۔ عصائے موسیٰ کا جو معجزہ دکھلایا گیا تھا اب اسکو کوئی کہاں سے لاوے۔ وہ اگر ابدی ہوتا تو چاہئیے تھا کہ اب تک کسی صندوق میں دکھا رہتا اور کچھ حصہ اس کا سانپ بھی بنا ہوتا۔ یہ فخر قرآن مجید کو ہی حاصل ہے۔"

(الحکم ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء)

"پہلے نبیوں کے معجزے منقضی اور معدوم ہو گئے مگر یہ قرآنی معجزہ قیامت تک باقی رہے گا اور یہ جو ہم نے کہا کہ قرآن علمی اور عملی معجزہ ہے سو یہ ایک بیہودہ اور بے اصل بات نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس اس پر دلائل قاطعہ اور براہین شافیہ اور تسلی بخش ہیں۔ پس تو جان کہ قرآن شریف کا علمی معجزہ بدیہیات کی طرح ثابت ہے اور اس پر کسی قسم کے شبہات کے غبار نہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایسا کلام ہے جو ضروری تعلیموں اور ضروری وصایا اور معارف اور دلائل کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اور وہ ایک ایسی تعلیم کامل ہے جو تمام انسانی ضرورتوں کو جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے پیش آتی ہیں پورا کرتی ہے اور جو حق کے ثبوت میں دلائل پیش کرنا چاہیے یا جس طرح باطل کا رد لکھنا چاہیے۔ یا جس طور اور انداز سے معرفت کی باریک باتیں بیان کرنی چاہئیں ان میں سے ایک بات کو بھی اس نے نہیں چھوڑا اور اس پر زائد یہ امر ہے کہ ان تمام تعلیموں اور احکام اور حدود کو نہایت فصیح و بلیغ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور شیریں اور دلپسند پیرایہ میں بیان فرمایا اور یہ ایک ایسا امر ہے جو انسان کی قدرت سے بالاتر ہے اور ہمارا یہ قول کہ قرآن جیسا کہ علمی معجزہ ہے ایسا ہی وہ عملی معجزہ بھی ہے۔"

(نجم الہدیٰ صفحہ ۱۵)

قرآن شریف نے صرف علمی اور عملی معجزات کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ توحید باری کو جس عمدہ اور احسن رنگ میں پیش کیا ہے دوسرے مذاہب اور دیگر کتب سابقہ میں اس کی نظیر و مثال نہیں مل سکتی قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کو ایک زندہ اور کامل ہستی کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس کے ثبوت میں معقول اور مدلل دلائل بھی پیش کئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "قرآن شریف توحید کے کامل اور پُر زور بیان میں اپنے اصول کو معقول اور مدلل طور پر ثابت کرتے ہیں، اخلاق فاضلہ کے تمام جزئیات کے لکھنے میں، اخلاق ذمیمہ کے معالجات لطیفہ میں، وصول الی اللہ کے تمام طریقوں کی توضیح میں، نجات کی سچی فلاسفی ظاہر کرنے میں، صفات کاملہ الٰہیہ کے اکمل و اتم ذکر میں، مبداء و معاد کے پُر حکمت بیان میں، سعادت کی خاصیتوں اور قوتوں اور فطرتی قوتوں اور استعدادوں کے بیان میں، حکومت بالغہ الٰہیہ کے تمام وسائل پر احاطہ کرنے میں، تمام اقسام کی صداقتوں پر مشتمل ہونے میں، تمام مذاہب باطلہ کو عقلی طور پر رد کرنے میں، حقوق عباد اللہ کے قائم کرنے میں، تاثیرات و تنویرات روحانیہ میں اور پھر باہمہ فصیح اور بلیغ اور رنگین عبارات میں اس کمال کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے کہ ہر ایک حصہ اس کے بیان کا ان بیانات میں درحقیقت معجزہ عظیمہ ہے جس کا مقابلہ نہ کوئی آریہ کر سکتا ہے نہ کوئی عیسائی اور نہ کوئی یہودی اور نہ کوئی اور شخص جو کسی مذہب کا پابند ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن عظیم کی تعلیمات و احکامات پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ماہانہ رپورٹ کارگزاری باقاعدہ اور وقت پر بھجوانا مجالس انصار اللہ کا اہم فرض ہے

قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

نماز کی اہمیت

ازافادات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"مذہب کا اہم ترین حصہ جو اس کے لئے دل اور دماغ کی حیثیت رکھتا ہے، عبادت الٰہی ہی ہے۔ اگر عبادتِ الٰہی کو ترک کر دیا جائے تو مذہب صرف رسم و رواج کا نام بن کر رہ جائے گا اور خدا تعالیٰ سے تعلق کا دعویٰ محض ایک ڈھکوسلہ ہو گا۔ اسی لئے اس جگہ مومنوں کی پہلی صفت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وہ نمازوں کو قائم کرتے ہیں یعنی خود بھی باجماعت نماز ادا کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی نمازوں کی ادائیگی کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ گویا بحیثیت جماعت وہ نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام رکھتے ہیں۔ اگر یہاں صرف انفرادی نمازوں کا ذکر ہوتا تو یُصَلُّوْنَ کہنا کافی تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یُصَلُّوْنَ کا لفظ استعمال نہیں فرمایا بلکہ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کے اور مقامات میں بھی اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یا اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ کے الفاظ ہی استعمال ہوئے ہیں اور اقامت ہمیشہ باجماعت نماز میں ہی ہوتی ہے۔ پس مومنوں کی ایک بڑی علامت اس آیت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں اور نہ صرف خود نمازوں کی پابندی کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی نمازوں کی ادائیگی کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے بعض لوگ خود تو نماز کے بڑے پابند ہوتے ہیں مگر اپنے بیوی بچوں کے متعلق کوئی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ اگر ان کے دل میں سچا اخلاص ہو تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی بچے کا یا بیوی کا یا بہن بھائی کا نماز چھوڑنا انسان گوارا کر سکے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز باجماعت کا اس قدر احترام فرماتے تھے کہ ایک دفعہ آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرا مکان مسجد سے بہت دور ہے اور چونکہ مجھے مسجد پہنچنے میں سخت دقت پیش آتی ہے اس لئے اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے گھر میں ہی نماز ادا کر لیا کروں

(اُس وقت مدینہ میں کچے مکانات ہوتے تھے اور جب بارش کے دنوں میں پانی گلیوں میں بہتا تھا تو چونکہ پانی دیواروں کی بنیادوں کے ساتھ ٹکرا کر گذرتا تھا اور دیواریں پانی سے ٹوٹ جاتی تھیں اس لئے پانی کی زد سے دیواروں کو بچانے کے لئے لوگوں نے گلی میں دیواروں کی بنیادوں کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے پتھر جن کو پنجابی زبان میں کھنگر کہتے ہیں رکھے ہوئے تھے گلیوں میں کھنگر رکھنے کا رواج ہمارے ملک میں بھی ہے اور چونکہ ایک نابینا کے لئے سڑک کے بیچ میں چلنا مشکل ہوتا ہے اس لئے وہ ہمیشہ دیواروں کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور دیوار کے ساتھ ہاتھ مارتے جاتے ہیں۔ اگر وہ ایسی دیوار کے ساتھ چلیں جس کے ساتھ کھنگر رکھے ہوئے ہوں تو ان کے گر کر زخمی ہونے کا خطرہ ہوتا ہے) جب اس نابینا نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ چونکہ دیواروں کے ساتھ پتھر رکھے ہوتے ہیں اور گلی کے بیچ میں میں چل نہیں سکتا اور اگر دیوار کے ساتھ چل کر مسجد میں آؤں تو گر کر زخمی ہونے کا خطرہ ہے اس لئے مجھے اجازت ہو تو میں گھر پر نماز ادا کر لیا کروں۔ تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ اگر تمہیں مسجد میں آتے ہوئے مشکل پیش آتی ہے تو تم اپنے گھر میں ہی نماز ادا کر لیا کرو۔ یہ سن کر وہ نابینا گھر کی طرف چل پڑا۔ مگر ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ اسے واپس بلاؤ۔ وہ جب واپس آیا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے گھر میں اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے۔ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! اذان کی آواز تو پہنچ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر اذان کی آواز تمہارے گھر میں پہنچ جاتی ہے تو چاہیے تمہیں مسجد میں آتے وقت ٹھوکریں لگیں اور تم زخمی ہو جاؤ مسجد میں ضرور آیا کرو۔ اسی طرح حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جب عشاء یا صبح کی نماز ہو تو میں اپنی جگہ کسی اور کو کھڑا کر دوں اور کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر ان کے سروں پر لکڑیوں کے گٹھے رکھ کر سارے شہر کا چکر لگاؤں اور جو لوگ گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ اب دیکھو گو آپ نے عملاً ایسا کیا تو نہیں مگر اس سے اتنا تو ظاہر ہے کہ آپ کے دل میں نماز باجماعت کی کس قدر اہمیت تھی آپ نے اس مثال کے ذریعہ لوگوں کو سمجھایا کہ جو لوگ باجماعت نماز ادا نہیں کرتے وہ اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

بے شک دنیا میں نیکی کے اور بھی بہت سے کام ہیں لیکن نماز کو خدا تعالیٰ نے سب سے مقدم قرار دیا ہے اور سوائے اس کے کہ کوئی معذوری ہو یا کوئی ہنگامی کام پڑ جائے نمازوں کے اوقات میں مسجد میں آنا نہایت ضروری ہے ہنگامی کاموں سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کسی جگہ آگ لگ گئی ہو تو اس وقت آگ بجھانا ضروری ہو گا نماز بعد میں ادا کر لی جائے گی۔ لیکن اس قسم کے استثنائی حالات کے بغیر جو شخص نماز باجماعت کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے وہ ایک بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۲۰ - ۱۸)

"ایسی نماز جس میں ناغہ کیا جائے اسلام کے نزدیک نماز ہی نہیں کیونکہ نماز وقتی اعمال سے نہیں بلکہ اُسی وقت عمل سمجھا جاتا ہے جب کہ توبہ یا بلوغت کے بعد کی پہلی نماز سے لے کر وفات سے پہلے کی آخری نماز تک اس فرض میں ناغہ نہ کیا جائے جو لوگ درمیان میں نمازیں چھوڑتے ہیں۔ ان کی سب نمازیں ہی رد ہو جاتی ہیں۔ پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب وہ بالغ ہو یا جب اسے اللہ تعالیٰ توفیق دے اس وقت سے موت تک نماز کا ناغہ نہ کرے۔ کیونکہ نماز خدا تعالیٰ کی زیارت کا قائم مقام ہے اور جو شخص اپنے محبوب کی زیارت سے گریز کرتا ہے وہ اپنے عشق کے دعویٰ کے خلاف خود ہی ڈگری دیتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد ۱ جزء ۱ صفحہ ۱۰۴)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تاریخ اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی تکالیف

(۲)

قریش کی ایذا رسانی صرف زبانی باتوں تک محدود نہ تھی۔ بلکہ وہ بعض اوقات جوش میں آکر یا موقعہ نکال کر آپؐ کو عملی نقصان پہنچانے اور جسمانی تکلیف میں مبتلاء کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔

چنانچہ غالباً یہ اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ جب آپؐ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط غصہ میں اٹھا اور آپؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس زور کے ساتھ بھینچا کہ آپؐ کا دم رکنے لگ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا تو وہ دوڑے آئے اور آپؐ کو اس بدبخت کے شر سے بچایا اور قریش سے مخاطب ہو کر کہا۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ۔ (بخاری باب مالقی النبیؐ)

کیا تم ایک شخص کو صرف اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا ربّ خدا ہے۔

ایک اور موقعہ پر آپؐ نے صحن کعبہ میں توحید کا اعلان کیا۔ تو قریش جوش میں آکر آپؐ کے اردگرد اکٹھے ہوگئے اور ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ آپؐ کے ربیب یعنی حضرت خدیجہؓ کے فرزند حارث بن ابی ہالہ کو اطلاع ہوئی تو وہ بھاگے آئے اور خطرہ کی صورت پاکر آپؐ کو قریش کی شرارت سے بچانا چاہا مگر اس وقت بعض نوجوانان قریش کے اشتعال کی یہ کیفیت تھی کہ کسی بدباطن نے تلوار چلا کر حارث کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ اور اس وقت کے شور و شغب میں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ تلوار چلانیوالا کون تھا۔ (اصابہ ذکر حارث)

الغرض یہ وقت اسلام اور اہل اسلام کے لئے سخت نازک وقت تھا۔ آنحضرت صلعم کو اپنی کسی ذاتی تکلیف کی تو پرواہ نہیں تھی مگر مسلمانوں اور خصوصاً کمزور مسلمانوں کے مصائب کی وجہ سے آپؐ ضرور فکرمند تھے۔ مگر دوسری طرف آپؐ اس بات کو بھی خوب جانتے اور سمجھتے تھے کہ قومیں مصائب میں سے گذر کر ہی بنا کرتی ہیں۔ اس لئے آپؐ ایک جہت سے ان مصائب کو مسلمانوں کی تربیت کا بھی ذریعہ سمجھتے تھے اور اپنے صحابہؓ کو صبر و تحمل کی تعلیم دیتے اور گزشتہ انبیاء کے متبعین کی تکالیف کا ذکر کر کے ان کو بتاتے تھے کہ قدیم سے یہی سنت چلی آئی ہے کہ اللہ کے رسولوں اور انکے متبعین کو دُکھ دیئے جاتے ہیں۔ لیکن آخر کار مومنوں کی فتح ہوتی ہے۔ چنانچہ روائت آتی ہے کہ ایک دفعہ جب آنحضرت صلعم خانہ کعبہ کے پاس ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ خباب بن الارت اور بعض دوسرے صحابہؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مسلمانوں کو قریش کے ہاتھ سے اتنی تکالیف پہنچ رہی ہیں آپؐ ان کے لئے بددعا کیوں نہیں کرتے؟ آپؐ یہ الفاظ سنتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئے اور آپؐ کا چہرہ سُرخ ہوگیا۔ اور آپؐ نے فرمایا۔ دیکھو تم سے پہلے وہ لوگ گذرے ہیں جن کا گوشت لوہے کے کانٹوں سے نوچ نوچ کر ہڈیوں تک صاف کر دیا گیا۔ مگر وہ اپنے دین سے متزلزل نہیں ہوئے اور وہ لوگ گذرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلا کر اُن کو دو ٹکڑے کر دیا گیا مگر ان کے قدموں میں لغزش نہیں آئی۔ دیکھو خدا اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ حتیٰ کہ ایک شتر سوار صنعا (شام) سے لیکر حضرموت تک سفر کرے گا اور اس کو سوائے خدا کے اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ مگر تم تو جلدی کرتے ہو۔ (بخاری باب علامات النبوۃ و باب مالقی النبی صلعم و اصحابہ من المشرکین)

ایک اور موقعہ پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف مع چند دوسرے اصحاب کے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہ ہم مُشرک تھے تو ہم معزز تھے اور کوئی ہماری طرف آنکھ تک نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ لیکن جب سے مسلمان ہوئے ہیں کمزور و ناتوان ہوگئے ہیں اور ہم ذلیل ہو کر کفار کے مظالم سہنے پڑتے ہیں۔ پس یا رسول اللہ آپؐ ہم کو اجازت دیں کہ ہم ان کفار کا مقابلہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا:۔

انی امرت بالعفو فلا تقاتلوا۔

(نسائی بحوالہ تلخیص الصحاح جلد ا صفحہ ۱۵۲)

یعنی "مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو کا حکم ہے پس میں تم کو لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا"۔ صحابہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول کے سامنے سر تسلیم خم تھا۔ انہوں نے صبر اور برداشت کا ایسا [illegible] نمونہ دکھایا کہ تاریخ اسکی نظیر لانے سے عاجز ہے۔

محترم سید محمد شاہ صاحب سیالکوٹی آنریری معلم وفات پاگئے

آپ کوٹلی گل محمد تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے ۱۹۳۴ء میں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۱ء کو چھپن سال کی عمر میں وصیت کی۔ آپ کی زندگی متوکلانہ رنگ کی تھی۔ کافی عرصہ تک دیہاتی مبلغ کے طور پر کام کرتے رہے۔ آخری عمر میں آنریری معلم کے طور پر جماعتوں میں وعظ و نصیحت کرتے تھے۔

مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۷۴ء کو ربوہ میں فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اسی روز بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق خاکسار نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ درخواست ہے کہ احباب کرام مرحوم کی بلندئ درجات کے لئے دعا فرمائیں۔

(خاکسار ابوالعطاء جالندھری)

اعلان دارالقضاء

مکرم احسان اللہ صاحب محلہ دارالعلوم غربی ربوہ سے درخواست دی ہے کہ میرے والد مکرم چوہدری عطاء اللہ خانصاحب کاٹھگڑھی وفات پا چکے ہیں۔ قطعہ ۱۸/۱۲ رقبہ ایک کنال واقعہ محلہ دارالیمن مشترکہ طور پر کرامت اللہ صاحب کاٹھگڑھی، عطاء اللہ خان صاحب کاٹھگڑھی اور عبداللہ خان صاحب کے نام الاٹ ہے۔

پلاٹ مذکورہ بالا میں سے ۱۰ مرلہ کرامت اللہ صاحب کاٹھگڑھی کا ہے۔ باقی ۱۰ مرلہ نصف نصف عطاء اللہ خان صاحب۔ عبداللہ خان صاحب کے نام الاٹ ہے۔

میرے علاوہ مرحوم کے مندرجہ ذیل وارثان بھی ہیں۔ جنہیں والد صاحب مرحوم کا حصہ زمین میرے نام منتقل ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

(۱) سکینہ بیگم صاحبہ بیوہ۔ (۲) اکرام اللہ خان صاحب پسر۔ (۳) حمیدہ بیگم صاحبہ (۴) محمودہ طاہرہ صاحبہ۔ (۵) رشیدہ سلطانہ صاحبہ۔ (۶) طیبہ کوثر صاحبہ۔ (۷) شاہدہ نسیم صاحبہ دختران مرحوم۔

لہذا استدعا ہے کہ پلاٹ مذکورہ بالا میں سے والد صاحب مرحوم کا حصہ زمین میرے نام منتقل کرنے کا فیصلہ صادر فرماویں۔

اگر کسی وارث وغیرہ کو اس پر کوئی اعتراض ہو تو تیس ۳۰ یوم تک اطلاع دی جاوے۔

(ناظم دارالقضاء ربوہ)

باترجمہ قرآن شریف پڑھنے کی تاکید

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف کو پڑھو اور خدا سے کبھی [illegible] خدا سے کبھی مایوس نہ [illegible] امید نہ ہو۔ مومن [illegible] نہیں ہوتا۔ یہ کافروں کی عادت میں داخل ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ ہمارا خدا عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ خدا ہے۔ قرآن شریف کا ترجمہ بھی پڑھو۔ . . . قرآن شریف کو ایک معمولی کتاب سمجھ کر نہ پڑھو بلکہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھ کر پڑھو۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۵۷، ۲۵۸)

ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن) ربوہ

درخواست دعا

میرے برادر نسبتی غلام احمد خان صاحب آف ہزارہ کی اہلیہ صاحبہ جو وہ بھی میری نسبتی ہمشیرہ ہیں ایک عرصہ سے بیمار ہیں۔ متواتر علاج کیا جا رہا ہے مگر ابھی تک صحت یاب نہیں ہوئیں۔ بزرگان سلسلہ اور دیگر احباب جماعت کی خدمت میں التماس ہے کہ خاص توجہ اور درد و الحاح سے دعا فرمائیں کہ شافی مطلق صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

(عبداللطیف بہاول پوری ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مغربی ممالک میں جو روحانی خلاء پیدا ہوا ہے اُسے اسلام کے نور سے پُر کرنا ہماری ذمہ داری ہے

اس کیلئے ضروری ہے کہ ہم خود توحید اور معرفت و یقین کے اعلیٰ و ارفع مقام پر قائم ہوں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ ستمبر ۱۹۶۷ء میں احبابِ جماعت کو ان کی ایک اہم ذمہ داری یاد دلاتے ہوئے فرمایا:-

"اس وقت میں یہ حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں کہ عیسائیت مغربی ملکوں میں مر گئی ہے اور ایک خلاء پیدا ہو گیا ہے اس خلاء کو پُر کرنا اسلام کے غلبہ کے لئے وہاں کوشش کرنا یہ ہمارا کام ہے کیونکہ اس خلاء کو سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب پُر نہیں کر سکتا اور اگر ایک ظلمت دُور ہو اور اس کی جگہ ایک دوسری ظلمت لے لے تو اس سے انسانیت کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اگر انسان نے ابدی صداقتوں سے استفادہ کرنا ہے تو یہ ضروری ہے کہ جھوٹ کی جگہ سچ لے۔ یہ ضروری ہے کہ اندھیرے کی جگہ روشنی لے۔ یہ ضروری ہے کہ ظلمت کی جگہ نور لے۔ یہ ضروری ہے کہ بُتوں کی محبت کی جگہ خدا تعالیٰ کی محبت قائم ہو اور یہ سوائے اسلام کے نہیں ہو سکتا اور یہ جماعت احمدیہ کی ذمہ داری ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جماعت کے قیام کی غرض ہی یہ ہے کہ گمشدہ معرفت کو دُنیا میں پھر سے قائم کیا جائے۔ تو ہم پر بڑی اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان ممالک میں جو خلاء پیدا ہو رہا ہے اس خلاء کو اسلام کے نور سے، اس خلاء کو قرآن کریم کے دلائل و براہین سے، اس خلاء کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے پُر کر دیں تا شیطان پھر کبھی ان فضاؤں میں داخل ہونے کی جرأت نہ کر سکے۔

اس ذمہ داری کو نباہنے کے لئے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم خود توحید کے ایک اعلیٰ اور ارفع مقام پر قائم ہوں، ضروری ہے کہ ہم خود معرفت اور عرفان کے یقینی مقام پر قائم ہوں۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے نفسوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو ظاہر کرنے والے ہوں۔ یہ ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم کے علوم سے اچھی طرح واقف ہوں کہ اس کے بغیر ہم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر نباہ نہیں سکتے۔

ان ذمہ داریوں کو نباہنے کے قابل بننا ہمارے لئے ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ محض زبان کے دعووں کو پسند نہیں کرتا۔ قرآن کریم نے منافقوں کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف زبان سے دعویٰ کرتے ہیں اور اس دعویٰ کے بعد جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی مخلص مومنوں کے ساتھ جہاد پر جانے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو ایک اخلاص رکھنے والے، ایک ایثار رکھنے والے مسلمان نے جو جہاد کے لئے تیاری کی تھی یہ لوگ بھی اسی طرح اس کے لئے تیاری کرتے مگر یہاں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ دعویٰ تو ہے لیکن اس کے لئے تیاری نہیں۔

جب تلوار سے دشمنِ اسلام، اسلام پر حملہ آور ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مومن سے کہا کہ جتنی طاقت تمہیں ہے، جتنے مادی سامان تم اکٹھے کر سکتے ہو کرو اور میرے دشمن کا مقابلہ کرو میں تمہیں کامیابی عطا کروں گا اور خدا نے جو کہا وہ پورا کیا۔ آج اسلام کے مقابلہ میں جھوٹے دلائل، غلط باتیں، ہر قسم کے افتراء، بودے اعتراضات، نفرت کے جذبات کو اُبھارنا، دجل کے تمام طریقوں کو استعمال کرنا۔ یہ وہ ہتھیار ہیں جو اسلام کے خلاف استعمال کئے جا رہے ہیں۔ ان کا آج ہم نے مقابلہ کرنا ہے۔ ان کا مقابلہ تلوار سے یا مادی سامانوں سے نہیں ہو سکتا۔ غلط دلائل کا مقابلہ سچے دلائل سے کیا جا سکتا ہے۔ دجل کے اندھیروں کا مقابلہ اللہ کی رضا کے نتیجہ میں جو نُور حاصل ہوتا ہے اس نُور سے کیا جا سکتا ہے۔

تو اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے ایثار اور فدائیت کا دعویٰ کرنا یا عزم کا اظہار زبان سے کر دینا یہ کافی نہیں ہے اس کے ساتھ ہی (باستثناء منافقین کہ جن کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے کہ دعوے ہے مگر تیاری نہیں ہے ان منافقین کے گروہ کے علاوہ) ساری جماعت کو تیار ہونا پڑے گا ہر قسم کی قربانیاں دینے کے لئے۔ اور ہم جو ذمہ دار ہیں ہم پر یہ فرض ہے کہ ہم جماعت کو تیار کریں۔ یہ ایک عظیم موقع اشاعتِ اسلام اور دینِ حق کے غلبہ کا اللہ تعالیٰ نے آسمانی فیصلوں کے ذریعہ اور فرشتوں کے نزول کے ساتھ پیدا کر دیا ہے۔ ہمارے سامنے میدان خالی پڑا ہے ہم نے آگے بڑھنا ہے دلائل کے ہتھیار لے کر۔ ہم نے آگے بڑھنا ہے نُور کی شمعیں ہاتھ میں لئے ہوئے۔ ہم نے آگے بڑھنا ہے توحیدِ خالص کی جو کرنیں جسموں سے پھوٹتی ہیں جب توحیدِ خالص ایک دل میں قائم ہو جاتی ہے ان کرنوں کے سہارے۔ اور اس کے لئے ہمیں خود کو اور جماعت کو تیار کرنا ہے۔"

(الفضل ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۷ء صہ۳)

اخبار احمدیہ

(بقیہ صفحہ اوّل)

کہ جماعت کا کیا ردِّعمل ہونا چاہیئے تو اس کا جواب لمبا ہے اور ایک خطبہ میں ختم ہونیوالا نہیں کیونکہ جواب میں ایک بنیادی حقیقت کو دوستوں کو مدِّنظر رکھنا ضروری ہے اور وہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر پُورا اور کامل ایمان رکھتے ہیں اور قرآنِ عظیم نے جس خدا کو پیش کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس زمانہ میں ہمیں اُس کی ذات اور صفات کی کامل معرفت حاصل ہوئی ہے۔ اس کامل ایمان اور کامل معرفت کے نتیجہ میں اپنے ربّ کریم کی محبت اور خشیت ہمارے دلوں میں جاگزیں ہے۔ اپنے ربّ کریم کی یہ محبت اور خشیت ہمیں بتاتی ہے کہ ہمارا ردِّعمل کیا ہونا چاہیئے اور کیا نہیں ہونا چاہیئے۔ اب ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے جس چیز سے روکا ہے اُس سے نہ رُکنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی یقینی ہے اور ایک احمدی کبھی گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کا ربّ کریم اُس سے ناراض ہو جائے سو لازماً اسکے ردِّعمل میں اس امر کو بنیادی اہمیت حاصل ہوگی کہ اُس کا ربّ کریم اس سے ناراض نہ ہو۔ اس لئے خدا کی ناراضگی پر منتج ہونے والی کوئی حرکت اس سے سرزد ہو ہی نہیں سکتی۔

حضور نے سرِدست ایمان باللہ اور معرفتِ الٰہی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی محبت و خشیت کے دو تقاضوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا (آل عمران آیت ۵۸) اسی طرح اس نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا (البقرہ آیت ۲۰۶)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ظلم اور فساد کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لازم آتی ہے اس لئے ایک احمدی کا ردِّعمل ایسا ہو ہی نہیں سکتا جس میں ظلم کا شائبہ ہو یا جس سے فساد کی بُو آئے۔ ایک احمدی کسی صورت اور کسی حال میں بھی خفیف سے خفیف ظلم یا فساد کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔

آخر میں حضور نے فرمایا جہاں تک کسی کے غیر مسلم ہونے کا سوال ہے میں شروع سے کہتا آیا ہوں کہ جس نے اسلام اور ایمان کسی دکان سے خریدا ہو تو اس کے ضائع ہونے کا سوال پیدا ہو سکتا ہے لیکن میں اور تم جنہیں خدا نے کہا ہے کہ تم مسلمان ہو ہمیں اس بارہ میں بھلا کیونکر فکر لاحق ہو کہ کسی کے غیر مسلم کہنے سے ہمارا اسلام ضائع ہو جائے گا۔ ایسے اسلام اور ایمان کے ضائع ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(منیجر الفضل ربوہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴